/10/-

(۷۸۶)

رُباعیات مرزا دبیرؒ

اس میں

مرزا سلامت علی صاحب دبیرؔ اعلی اللہ مقامہٗ کی
چیدہ چیدہ ۱۸۶ رُباعیات درج کی گئی ہیں،

ناشران

امامیہ کتب خانہ

مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ
حلقہ ۲، لاہور ۸

اپنے بچوں کے پڑھنے کے لئے۔ دعاگو سید نذر عباس

حمد و نعت و منقبت و سلام اور ذکرِ مصائب اہلبیتؑ اطہار پر مشتمل کتاب

نُور و ظہُور

مصنفہ :- الحاج پروفیسر سید فیض الحسن صاحب فیضی مدظلہ العالی " نُور و ظہُور " ہمارے شعر و ادب کی دُنیا میں ایک غیر فانی اور قابل قدر اضافہ ہے ۔ اس کے علاوہ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے ۔ کہ اس میں یکم محرم الحرام ۔ دس محرم الحرام ۔ گیارہ محرم الحرام ۔ تیرہ محرم الحرام ۔ بیس محرم الحرام کے نوحہ سینہ زنی ۔ عظمتِ حسینؑ ۔ مرثیہ ۶۲ بند ۔ جو کہ مصائب سے بھرپور درج ہیں اور اس میں آیۂ مباہلہ کی تفسیر بھی نظم میں تحریر ہے ۔ آج ہی آرڈر بھیج کر طلب فرمائیں ۔ سائز ۲۳ × ۱۸/۸ لکھائی عمدہ ۔ آفسٹ چھپائی ۔ کاغذ سفید رنگین سرورق ۔ ہدیہ مناسب ۔

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ

مغل حویلی ۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ۸

جوش ولا

۳۷

بے پانوُں مہم نجف کی یارب سر ہو
بے نُطق بیاں مدحِ علی فرفر ہو
آنکھیں نہ ہوں پر نگاہ مولا پہ رہے
دِل ہو کہ نہ ہو پر اُلفت حیدرؑ ہو

۳۸

سائے میں نجف کے آسماں بستے ہیں
خوشبو وُہ ہے جو باغِ جناں بستے ہیں
تائیدِ خدُا جو خضرِ منزل ہو دبیرؔ
چل بسیئے وہاں علیؑ جہاں بستے ہیں

۳۹

بہتر ہے علیؑ کا ہر بشر سے پایا
اِس خیر بشر کو پاک شر سے پایا
کعبہ میں حیات اور مسجد میں وفات
پایا جو کچھ خُدا کے گھر سے پایا

۴۰

رُو قبلہ کی جانب ہو تو دِل سُوئے علیؑ
سُونگھوں جو پھُول آئے خوشبوئے علیؑ

آئینہ میں، آب و خواب میں، پُتلی میں
یا رب ہر شکل سے دکھا رُوئے علیؑ

۴۱

انجم نے شرف نُورِ قمر سے پایا
اور ماہ نے خورشید سحر سے پایا

اِس قافیہ و رَدیف کا ہے فیض دبیرؔ
جس نے پایا ہمارے گھر سے پایا

۴۲

کعبہ ہی فقط نہ مولدِ حیدرؑ ہے
مسجد مقتل ہے عرشِ حق مظہر ہے

ہر دِل میں ہے یاد اُس کی اللہ اللہ
جو گھر ہے خُدا کا وُہ علیؑ کا گھر ہے

۱

پروانے کو دُھن، شمع کو لَو تیری ہَے
عالم میں ہر اک کو تگ و دو تیری ہَے
مصباح ، نجوم و آفتاب ومہتاب
جس نُور کو دیکھتا ہُوں ضَو تیری ہَے

تعز من تشاء

۲

قطرے کو گُہر کی آبرو دیتا ہَے
قدِ سَرو کو ، گُل کو رنگ و بو دیتا ہَے
بیکار تشخّص ہَے ، تصنّع بے سُود
عزّت وہی عزّت ہَے ، جو تُو دیتا ہَے

حمد

۳

یا ربّ خلّاقِ ماہ و ماہی تُو ہَے
بخشندۂ تاج و تختِ شاہی تُو ہَے
بے منّت و بے سوال و بے استحقاق
دیتا ہَے جو سب کو یا الٰہی تُو ہَے

توحید

۴

یارَب جبروتی تجھے زیبندہ ہے
ہر تن ترے سجدے میں سرافگندہ ہے
توحید کا کلمہ یہی پڑھتا ہے دبیر
جو تیرے سوا ہے وُہ ترا بندہ ہے

۵

معبُود کی شانِ بے نیازی دیکھو
ہر پردے میں حُسنِ کارسازی دیکھو
تر ہو جو یہاں مژہ تو بخشے وُہ گناہ
اے اہلِ نظر! پلک نوازی دیکھو

۶

خامہ بھی مری طرح سیہ کار نہیں
یہ مشقِ گنہ کِسی کو زنہار نہیں
گر خوف برابری نہ ہو صاف کہوں
مجھ سا عاصی، خُدا سا غفّار نہیں

نعتیہ

۷

کیا قامتِ احمدؐ نے ضیا پائی ہے
چہرے میں عجب نُور کی زیبائی ہے
مُصحف پہ نہ کیوں فخر ہو اس صُورت کو
قرآن سے پہلے یہ کتاب آئی ہے

۸

کیوں خامہ سے مشقِ خط پیمبر کرتے
بے کلک رقم لاکھ وُہ دفتر کرتے
فرمایا سفید رُو ، سیہ کاروں کو
کاغذ کو سیاہ رُو ، وُہ کیونکر کرتے

۹

آدم نے شرفِ خیرِ بشر سے پایا
رشتہ ایماں کا اِس گہُر سے پایا
دُو میم محمدؐ سے جہاں روشن ہے
مضمون یہ دِل شمس و قمر سے پایا

۱۰

تسلیمِ نبیؐ کو ہر سُلیماں خم ہے
خاتم ہے لقب، زیرِ نگیں عالم ہے
سائے کی سیاہی نہ رہے کیونکر دُور
خاتم ہے۔ مگر نوُر کی یہ خاتم ہے

معراج

۱۱

معراجِ نبیؐ میں جائے تشکیک نہیں
ہے نوُر کا تڑکا شبِ تاریک نہیں
قوَسین کے قرُب سے یہ ثابت ہے دبیرؔ
اِتنا کوئی اللہ کے نزدیک نہیں

۱۲

یٰسین کو سُن کر جو قضا کرتے ہیں
حق اُلفتِ احمدؐ کا ادا کرتے ہیں
یٰسین ہے نبیؐ کا نام سو نزع کے وقت
اِس نام پہ جان اپنی فدا کرتے ہیں

منقبت

۱۳

کیا قامتِ زہراؑ و علیؑ زیبا ہیں
ایمان کے گویا دو الف یکجا ہیں
اِن دونوں کے فرزند ہیں گیارہ معصوم
جیسے دو الف سے یازدہ پیدا ہیں

۱۴

کونین پہ خالق کا وَلی غالب ہے
ایمان ہے رُوح، اور علیؑ قالب ہے
اللہ ہے مطلوب، نبی طالب ہے
کیا ذاتِ علیؑ ابن ابی طالب ہے

۱۵

حل عُقدوں کو شاہِ ہل اتیٰ کرتے ہیں
حق بندگیِ حق کا ادا کرتے ہیں
مارا بھی جلایا بھی نصیری کو دبیرؔ
بندے ہیں۔ مگر کارِ خدا کرتے ہیں

۱۶

یا شاہِ نجف فراغتِ دُنیا دو
دُنیا نہ فقط لُوں گا مع عُقبیٰ دو
یا دَولتِ دوسرا دو یا بہرِ سوال
اپنا سا کریم دُوسرا بتلا دو

۱۷

دیکھوں جو مَیں حیدر کا مزار آنکھوں سے
گر جائے بہشت کی بہار آنکھوں سے
لاتی ہے صبا جو سُرمۂ خاکِ نجف
تعظیم کو اُٹھتا ہے غبار آنکھوں سے

۱۸

یکتا ہے علیؑ ربِّ عُلا کا بندہ
میں ہُوں احسان مُرتضیٰ کا بندہ
گر سچ ہے الانسانُ عبیدُ الاحسان
بندہ ہے نصیری کے خُدا کا بندہ

۱۹

بَن بَن کے ہزار بار آئی دُنیا
پر چشمِ علیؑ میں نہ سمائی دُنیا
جتنا کہ اُٹھایا درِ خیبر کو بلند
نظروں سے اُسی قدر گرائی دُنیا

۲۰

دیکھوں گا جو مَیں چہرہ تابانِ علیؑ
جاں وقتِ فنا کروں گا قُربانِ علیؑ
گو جاؤں گا دُنیا سے تہی دستِ دبیرؔ
کیا غم ہے کہ دستِ من و دامانِ علیؑ

۲۱

سب کے درِ دولت سے تم اکراہ کرو
ہاں گھر میں درِ علوم کے راہ کرو
کعبہ درِ حیدرؑ ہے نہ ششدر ہو دبیرؔ
جاؤ بیٹھو بھی! اللہ اللہ کرو

۲۲

رہ جاتا ہوں انگشت بدنداں ہوکر
حیدرؑ کو کہا ابر، سخن داں ہوکر
مانا کہ گہر بخش ہے۔ نیساں بھی مگر
وہ دیتا ہے رو رو کے یہ خنداں ہوکر

۲۳

ہیں سایۂ سدرہ میں غلامانِ علیؑ
سدرہ ہے انہیں سروِ خرامانِ علیؑ
ملتی ہے پناہ گوشہ گیری میں دبیر
سو ہم نے لیا گوشۂ دامانِ علیؑ

نبیؐ شان کا سراپا

۲۴

ایمان ہے دل، قبلہ علیؑ کا رُو ہے
اور سلسۂ شرع ہر اک گیسو ہے
آنکھیں حسنینؑ اور زبان ہے قرآں
خود ہے وہ یداللہ، نبیؐ بازو ہے

۲۵

جبریلؑ نے دیکھا تھا جو تارا پہلے
اُس سے بھی امام تھا ہمارا پہلے
آئے جو برائے سیر دُنیا میں علیؑ
اللہ نے اپنے گھر اُتارا پہلے

۲۶

کہنے سے اذاں کے دین سب ملتا ہے
پر نامِ علیؑ نہ لو تو کب ملتا ہے
اعدادِ محمدؐ و علیؑ کو گن لو
یہ دونوں جو باہم ہوں تو رَبّ ملتا ہے

۲۷

محروم کسی کو نہ سخی نے رکھا
نے مال نہ زر حق کے ولی نے رکھا
کیا زہد ہے، کیا فیض کہ رغبت سے کبھی
روزے کے سوا کچھ نہ علیؑ نے رکھا

۲۸

کیا لامِ علیؑ سے معرفت حاصل ہے
یہ لام دِل بادشہ عادل ہے
قرآن کے سی پارے ہیں اور لام کے تین
قرآن بلا فرق علیؑ کا دِل ہے

۲۹

حیدرؑ کو جو خالق کا ولی کہتا ہے
شاباش قدیر ازلی کہتا ہے
کہتے ہیں نصیری تو علیؑ کو اللہ
بندہ اللہ کو علیؑ کہتا ہے

۳۰

کعبے کا نشاں علیؑ کے در سے پایا
معدن ایماں کا اِس گھر سے پایا
پہلے تو علیؑ ملے خدا کے گھر سے
پھر ہم نے خُدا کو اِن کے گھر سے پایا

۳۱

گلگشتِ نجف کو جب قدم اُٹھیں گے
تب دل سے غبارِ درد و غم اُٹھیں گے
بیٹھیں گے درِ علیؑ پہ جاکر جو دبیرؔ
جنّت کا قبالہ لے کے ہم اُٹھیں گے

مدح نجف

۳۲

کعبے کی طرح نجف بھی نورانی ہے
اِن دونوں کا معمار ازل بانی ہے
مدفن ہے نجف علیؑ کا کعبہ مولد
یہ بیتِ خدا کا مصرعِ ثانی ہے

۳۳

خورشید سرِ شام کہاں جاتا ہے
روشن ہے دبیرؔ پر جہاں جاتا ہے
مغرب ہی کی جانب تو ہے قبرِ حیدرؑ
یہ شمع جلانے کو وہاں جاتا ہے

۳۴

روضے میں جو باریاب ہوجاتا ہے
وُہ اَوج میں لاجُواب ہوجاتا ہے
جلتا ہے جو شب کو قبرِ حیدرؑ پہ چراغ
وُہ صُبح کو آفتاب ہوجاتا ہے

۳۵

ہر عیش نجف میں خواب ہوجاتا ہے
ہر عطر حیا سے آب ہوجاتا ہے
روضے میں یہ تازگی ہے جو شمع کا گُل
گرتے گرتے گُلاب ہوجاتا ہے

۳۶

خانۂ کعبہ میں ولادتِ جنابِ امیرؑ

مولد جو وہاں حُکمِ قدر سے پایا
کعبہ نے شرفِ علیؑ کے در سے پایا
ہاتھوں پہ لیے نبیؐ یہ کہتے نکلے
لو ہم نے وصی خدا کے گھر سے پایا

منقبت جناب فاطمۃ الزہراؑ

(۴۳)

معصومہؑ جو شغلِ آسیا کرتی تھیں
حیدرؑ کی اطاعت میں قدم دھرتی تھیں
تقسیم علیؑ کرتے تھے روزی ہر صبح
گندم سے یہ پتھّر کا شکم بھرتی تھیں

(۴۴)

کیا صاحبِ فقر بنتِ پیغمبرؐ ہے
عفت ہے لباس، نورِ حق زیور ہے
فِضّہ ہے کنیز اور ابوذر ہیں غلام
گھر میں یہ برائے نام سیم و زر ہے

مدح امام حسنؑ

(۴۵)

قربان حسنؑ کے رُخِ نورانی پر
رُوئیت ہے مہِ عید کی پیشانی پر
یوں شانِ علیؑ ختم ہے اِن پر جیسے
مطلع ہو تمام مصرعِ ثانی پر

۴۶

علم و ہنر و فضل کا مجمع ہے حسنؑ
خوبی و نکوئی کا مرقع ہے حسنؑ
دیوانِ امامت میں ہیں بارہ بیتیں
مطلع حیدر ہیں حسنِ مطلع ہے حسنؑ

نامِ حسینؑ

۴۷

"ح" نام میں ہے حق کی حمایت کیلئے
اور "سین" ہے سائل سے سخاوت کیلئے
ہیں نامِ حسینؑ میں بھی کیا خوب حروف
"ی" "نون" ہے تاریخ شہادت کے لئے

مدح امام حسینؑ

۴۸

محتاجوں کو اغنیا نے زر بخشا ہے
درماندوں کے آرام کو گھر بخشا ہے
احمدؐ کے نواسے کی سخاوت دیکھو
دشمن کو رہِ دوست میں سر بخشا ہے

۴۹

خوشنود علیؑ و شہِ لولاک ہُوئے
زہرؑا و حسنؑ کے دِل فرحناک ہُوئے
اِک حسنِؑ حسینؑ کی ولادت کا یہ ہے
لو آج بہم پنجتنِ پاکؑ ہُوئے

۵۰

نیزے پہ سرِ شہ سے تھی حشمت پیدا
تھا جلوۂ خورشید قیامت پیدا
نیزے پہ وُہ سر تھا سب سروں کے آگے
تھی بعد فنا شانِ امامت پیدا

۵۱

خار و گُل و بوستان و صحرا دیکھے
نیرنگ شب و روز کے کیا کیا دیکھے
اب قبرِ حسینؑ چل کے تو دیکھ دبیرؔ
دُنیا دیکھی اور اہلِ دُنیا دیکھے

۵۲

جو روضۂ شاہِ کربلا تک پہنچا
معراج ہوئی عرشِ عُلا تک پہنچا
کیا قُرب ہے اللہ کا اللہ اللہ
پہنچا جو حسینؑ تک خدا تک پہنچا

لوح وقلم

۵۳

غم لوح و قلم کو شہ ذبیحاہ کا ہے
فرمانِ ازل سے یہی اللہ کا ہے
جب سے کہ لکھا نام حسینؑ مظلوم
نقشہ قلم دوات میں آہ کا ہے

۵۴

اِک دِل ہے دبیرؔ لاکھ ارمانوں میں
حسرت ہے کہ ہوں شاہ کے دربانوں میں
نکلے قفسِ تن سے جو واں طائرِ رُوح
ہو گرد چہل چراغ پروانوں میں

سیاہ لباس کعبہ

۵۵

ہر چند ہزار رنگ عالم بدلے
ممکن نہیں تاثیرِ مُحرّم بدلے
باقی ہے ابھی دعویٔ خوُنِ شبیّرؑ
کعبہ کیونکر لباسِ ماتم بدلے

اشتیاق زیارت و مدح کربلا معلّیٰ

۵۶

گُل ہو نہ چراغِ عمُر جلتے جلتے
ہو جائے نہ چھانوُں دُھوپ ڈھلتے ڈھلتے
چلنا ہے تو چل جلد زیارت کو دبیرؔ
آ جائے نہ موت راہ چلتے چلتے

مدح پنجتن پاک

۵۷

ہو پیرو پنجتنؑ کہ رہبر یہ ہیں
تن پانچ ہیں پر یک دِل و یکسر یہ ہیں
ہوتے ہیں صدف میں پانچ موتی بالکل
ایمان کی صدف کے پانچ گوہر یہ ہیں

مدحِ امام عصرؑ

۵۸

اعجاز امامِ اِنس وجن روشن ہے
ہر دم ہیں جواں یہ حالِ سن روشن ہے
مہدیؑ ہیں نہاں، نورِ ہدایت ہے عیاں
خورشید تو بدلی میں ہے دِن روشن ہے

ولادت شب نیمۂ شعبان

۵۹

کیا مرتبہ قائمُ القیامت کا ہے
بس خاتمۂ آقا پہ عدالت کا ہے
ہے نصف مہینہ اِدھر اور نصف اُدھر
اِنصاف یہ ایک شب ولادت کا ہے

۶۰

مہدیؑ پہ فدا کُل کے شہنشاہ یہ ہیں
فرمان وُہ کائنات واللہ یہ ہیں
اعداد ہیں مہدیؑ ۵۹ و دہن کے یکساں
گویا دہنِ قدرتِ اللہ یہ ہیں

۶۱

قائمِ دائمِ امامِ اِنس وجان ہے
دَوران محکومِ مہدیؑ دَوران ہے
کیا خُوب ہے یہ غیبتِ مولا کی دلیل
وُہ جان ہے پنجتن کی جاں پنہاں ہے

۶۲

مہدیؑ کو امامؑ حق نما کہتے ہیں
چُھپتا نہیں حق لوگ بجا کہتے ہیں
غیبت میں ہے یُوں صدقِ امامت جیسے
بے دیکھے خُدا کو سب خُدا کہتے ہیں

۶۳

یاشاہِ نجف وُہ نیک خُو تیری ہے
نکہت مشہور وُہ چار سُو تیری ہے
تُو ہے گُلِ دین مہدیؑ ہادی ہیں گواہ
قائم چمن دہر میں بُو تیری ہے

۶۴

احسان ہیں چاردہ کے اِنس وجنّ پر
واجب ہے وِلا اِن کی ہر اک مومن پر
ہیں اوّل و آخر دو محمدؐ ان میں
ختم اُن پہ نبوّت ہے، امامت ان پر

۶۵

جامع سیپاروں کا جو رحمان ہوا
چودہؑ معصوموں کا ثنا خوان ہوا
سورے مصحف کے ایک سو چودہ ہیں
کامل چودہؑ سے مِل کے قرآن ہوا

۶۶

کیوں حُبِ یداللہ سے نہ قیوم ملے
چودہؑ طبق اِس نام کے محکوم ملے
"دس" "یا" کے ہیں۔ اور "دال" یداللہ کے چار
اللہ کے ساتھ چودہؑ معصوم ملے

۶۷

اربع کتب خالقِ غفار آئے
چودہ کے گواہ رتبہ یہ چار آئے
تا ہوں عدد چاردہ معصوم تمام
الحمد کے سات آئے دو بار آئے

۶۸

مجلس ہے حضور آئیے بسم اللہ
تشریف شریف لائیے بسم اللہ
کل حشر میں بھی کہوں گا انشاء اللہ
در خلد کا وا ہے چاہیے بسم اللہ

۶۹

گر اس پہ غبار غمِ سرورؑ بیٹھے
اغلب ہے ابھی فلک زمین پر بیٹھے
حقا کہ گراں ہے سخنِ قتلِ حسینؑ
اس ذکر میں آواز نہ کیونکر بیٹھے

۷۰

کِس مرتبہ خستہؑ و حزیں ہے آواز
ہاں تعزیہ دار شاہ دیں ہے آواز
نکلے نہ اگر کُنج دہن سے ہے بجا
ماتم کے ہیں دِن سوگ نشیں ہے آواز

ماتمی لباس

۷۱

مَوجوں کو غمِ شاہ میں بیتابی ہے
ہر چرخ میں آسمان دولابی ہے
کیوں مردم دیندار سیہ پوش نہ ہوں
ہر بحر کے بَر میں جامۂ آبی ہے

۷۲

آقا سے کہیں کرتے ہیں دُوری بندے
شیعہ ہیں حسینؑ کے حضوری بندے
کیا خُوب کھُلے سیاہ پوشی کے رَمز
اللہ کے سائے میں ہیں نُوری بندے

۷۳

ہے ماتمِ اہلبیتؑ میں بیتُ اللہ
پوشش ہے سیاہ سنگ اَسود ہے گواہ
زمزم نہ کہو کعبہ ہے گریاں دائم
سمجھو نہ ستون ہے کشش نالہ و آہ

۷۴

کچھ کام کی یہ آہ نہیں واہ نہیں
ارشادِ خُدا سے کون آگاہ نہیں
کثرت ہو کہ قلّت ہو مجالس میں دبیرؔ
ناحق ہے جو قربتہً الی اللہ نہیں

۷۵

توکل

کیا فکر دوا خاکِ شفا کے ہوتے
چاندی کی تلاش کیمیا کے ہوتے
خاموش خلافِ بندگی ہے یہ دبیرؔ
بندوں سے کہوں حال خُدا کے ہوتے

۷۶

رونے کا غمِ شہ میں ہمیں فرماں ہے
دل داغِ عزا سے چمنِ رضواں ہے
ماتم کے لئے سینے پہ زخمِ نشتر
گُل یہ بھی ہے لیکن گُلِ نافرماں ہے

۷۷

اشکِ غمِ شبّیرؑ دُرِ یکتا ہے
ہر دیدۂ حق بیں سے یہ دُر پیدا ہے
بے اشکِ عزا آبروئے چشم ہے خاک
پانی نہ ہو جس میں وُہ کنوئاں اندھا ہے

۷۸

آنکھیں ہیں غمِ شاہ میں رونے کے لئے
دِل حق نے دیا ملول ہونے کے لئے
دھوتے ہیں ہر ایک شے کو پانی سے مگر
آنسو ہیں فقط گُناہ دھونے کے لئے

۷۹

زاہد جو بخیل ہے سقر پائے گا
فاسق جو سخی ہے خُلد میں جائے گا
دیے گوہر اشک لے دُعائے زہرؑا
غافل یہ دیا لیا ہی کام آئے گا

۸۰

گھر خُلد میں مجلسوں کے جانے سے ملا
قصرِ گہر اشکوں کے بہانے سے ملا
ہر چشم کے چشمہ سے ہے ظاہر یہ دبیر
کوثر مردم کو اس بہانے سے ملا

۸۱

عصیاں کا فرمانِ معافی نہ ملا
کہ عمر تلف وقتِ تلافی نہ ملا
کس کس سے کیا گنہ کے درماں کا سوال
جُز خاکِ شفا جواب شافی نہ ملا

KASHA RASAN

۸۲

عیسیٰ وُہ ہے اِس غم میں جو آزاری ہے
ہر عارضے کا علاج یہ زاری ہے
نایاب ہے اِس بزم میں جنسِ عصیاں
زاری کے سبب یہ گرم بازاری ہے

۸۳

اے تُربتِ پاک دَم ترا بھرتے ہیں
کُشتے اکسیر کی ہوس کرتے ہیں
کُھل جاتا ہے عشق آ کے اِنشاء اللہ
اے خاکِ شفا تجھی پہ ہم مرتے ہیں

۸۴

آفتاب

سب کو غمِ شہ میں صرفِ شیون سمجھو
تارے دِلِ آسمان کے رَوزن سمجھو
خورشید نہیں چرخِ چہارم پہ نمود
داغِ جگرِ مسیح روشن سمجھو

۸۵

دیکھو شرفِ مجلسِ غم آنکھوں سے
رفتار ہیں لو کارِ قدم آنکھوں سے
سیکھو ادب اشکوں سے کہ اُن کو ہے یہ فخر
سب آتے ہیں یاں پانوٗں سے ہم آنکھوں سے

۸۶

شاہِ ملک و حُور کی مجلس یہ ہے
تاجِ سرِ جمہور کی مجلس یہ ہے
ہوتی ہے گُناہوں کی سیاہی زائل
واللہ عجب نُور کی مجلس یہ ہے

۸۷

اعدا کو اُدھر حرام کا مال مِلا
حُر کو اسداللہ کا اِدھر لال مِلا
واللہ! کُلاہِ سرِ عالم ہُوا حُر
حُلّہ مِلا معصُومہ کا رُومال مِلا

۸۸

گر مہرِ امام دوسرا حاصل ہو
گو درد ہو لا دوا۔ دوا حاصل ہو
اِس دم ہو مددگار گر احمدؐ کا لال
واللہ! کہ دُرِ مدّعا حاصل ہو

۸۹

واللہ کہ طالع رَسا حُر کو مِلا
سردار امامؑ دوسرا حُر کو مِلا
گھر حُر کا ہُوا احمدِ مُرسل کا دِل
حُور وارم و حُلّہ صلا حُر کو مِلا

۹۰

آرام دِل حرم کا معدُوم ہُوا
کم عمُر کا حالِ مرگ معلُوم ہُوا
دُودھ اُگلا، لہو ڈالا، ڈرا کھلا کر سہم
اور سرو وُہ معصُومؑ کا معصُومؑ ہُوا

۹۱

حُر کو مددِ حَرم کا الہام ہُوا
ہر دَرد و الم سُرور و آرام ہُوا
مُسلم ہُوا سرور کا ہراول ہوکر
حاصِل حُر کو کمالِ اِسلام ہُوا

۹۲

دَرد! کہ ملول امامِ معصوم رہا
ہر اہلِ طمع عُمر کا محکُوم رہا
مالک ہُوا ساحِل کا گروہ گمراہ
اور آہ! امامِ عصرؑ محروم رہا

۹۳

جب بختِ بن قین نے زینت بخشی
زینبؑ نے تشفّی تب بشفقت بخشی
تیغیں جُزِ تن، جبیں شق، جی بے چین
جنّت بخشی نبیؐ نے جنّت بخشی

حُر کا شہِ مظلوم سا آقا ہے کون
حُر سا شہِ لب تشنہ پہ شیدا ہے کون
ایسا ہی مِلا کہ پھر نہ معلوم ہُوا
قطرہ ہے کون ، اور دریا ہے کون

(۹۵)

حُر کو کیا بخت کبریا نے بخشا
یہ نام اُسے بختِ رسا نے بخشا
جب عذرِ گنہ کرتا تھا، کہتے تھے حسینؑ
مَیں نے بخشا، مرے خُدا نے بخشا

(۹۶)

لاکھوں سے لڑائی میں نہ حُر بند ہُوا
یاں تک کہ جُدا تیغ سے ہر بند ہُوا
جب آنکھ ہُوئی بند تو بولا کیا غم
راضی تو یداللہ کا دلبند ہُوا

۹۷

تیغوں سے جُدا حُر کا جو ہر بند ہُوا
قُربِ پسرِ فاطمہؑ وُہ چند ہُوا
بھرِ دِل صد چاکِ جگر بند بتولؑ
مہمان کا بند بند پیوند ہُوا

۹۸

حُر دِل سے تصدق شہ ذی جاہ پہ تھا
پروانہ چراغِ اسداللہ پہ تھا
آیا جو فدا ہونے کو کہتے تھے حسینؑ
روکی تھی مری راہ مگر راہ پہ تھا

۹۹

حضرت عون و محمدؑ

خورشید و قمر کا ایک مطلع دیکھو
سَعدین کا اِک بُرج میں مجمع دیکھو
دیتا ہے ندا عوَن و محمدؑ کا جمال
طیّار ہے جعفری مرقع دیکھو

۱۰۰

بیٹوں نے رہِ حق میں جو سَر بخش دیا
زینبؑ نے حق اپنا سَر بسَر بخش دیا
بولے جو دمِ نزع کہ امّاں! پانی
پانی تھا کہاں، دُودھ مگر بخش دیا

۱۰۱

حضرت عبّاسؑ

دونوں کے شرف سے ہم خبردار ہُوئے
ایسے نہ عَلم دار نہ سَردار ہُوئے
دریا پر گرے کٹ کے جو عبّاسؑ کے ہاتھ
دُنیا سے حسینؑ دَست بَردار ہُوئے

۱۰۲

دریا سے سکینہؑ کا جو سَقّا نِکلا
سَقّائی کا ارمان نہ اصلا نِکلا
پانی میں مِلا لہو جو بہہ کر تو کہا
دَریا بھی مرے خُون کا پیاسا نِکلا

۱۰۳

دریا سے تو بیزار تھے تو بیشک عبّاسؑ
مدفن وہاں کیوں سمجھے مُبارک عبّاسؑ
یہ رَمز ہے پیاسے جو ہُوئے قتل حسینؑ
دریا پہ گواہی کو ہیں اَب تک عبّاسؑ

۱۰۴

ہمّت میں نہ عبّاسؑ کا تھا ثانی ایک
اعدا نے نہ بات اُن کی مگر مانی ایک
شانے سے بہایا خُون مشکیزے سے آب
سقّے کا کیا آہ! لہو پانی ایک

۱۰۵

عبّاسؑ ہیں رشکِ ملک اِنسانوں میں
پر ہیں عوضِ دست کٹے شانوں میں
پر کھولے ہُوئے کہتے ہیں قبرِ شہ پر
ہم بھی ہیں اِسی شمع کے پروانوں میں

۱۰۶

گھٹتے ہیں گنہ، عزّ و شرف بڑھتے ہیں
زائر صلوات ہر قدم پڑھتے ہیں
مرنے پہ بھی ہے شوقِ علمداری شاہ
عبّاسؑ کے روضہ میں عَلم چڑھتے ہیں

۱۰۷

عبّاسؑ کے غم میں چشمِ سرور نم تھی
حالت شہِ بیکس کی عجب اُس دم تھی
اشک آنکھوں میں اور زباں پہ عبّاسؑ کا نام
رُخ زرد، کمر پہ ہاتھ گردن خم تھی

۱۰۸

ظاہر میں تو دریا پہ علمدار گئے
باطن میں وُہ کوثر کے طلبگار گئے
تھا بیچ دریائے شہادت حائل
دو ہاتھ میں اِس پار سے اُس پار گئے

١٠٩

بعضوں کا حریرِ بے شکن تکیہ ہے
یا بابِ سلاطینِ زمن تکیہ ہے
مَیں بندۂ درگاہِ جنابِ عباسؑ
اپنا تو دبیرؔ یہ سُخن تکیہ ہے

حضرت قاسم

١١٠

کُبریٰ بولی کہ خُوب ارمان نکلے
مَرنے کے لئے قاسمؑ ذیشان نکلے
دیکھے تھے جو کچھ بیاہ کے ساماں شب کو
وُہ صُبح کو سب خوابِ پریشان نکلے

حضرت علی اکبرؑ

١١١

اکبرؑ نے جوانی کو برباد کیا
یثرب کو تباہ، رَن کو آباد کیا
ہچکی جو اجل کی آئی، بابا سے کہا
شاید مری صُغریٰ نے مجھے یاد کیا

۱۱۲

جب پُشت سے نوکِ نیزہ باہر نِکلی
لِکھا ہے تڑپ کے رُوحِ اکبرؑ نِکلی
تھرّاتے تھے کھینچنے میں شبیرؑ کے ہاتھ
پھر آہ ! سناں جگر سے کیونکر نِکلی

۱۱۳

یہ پیاس سے رَن میں ہوئے اکبرؑ بیتاب
کُمھلا کے ہُوا زردِ گُلِ باغِ شباب
بولے جو حسینؑ آئیں کمک کو تو کہا
بابا یہ کمک ہے یہ کمک ہے آب آب

۱۱۴ حضرت علی اصغرؑ

ماں کہتی تھی دُودھ پینا بھُولے اصغرؑ
دُنیا میں نہ تم پھلے نہ پھُولے اصغرؑ
لہرائیں گے تابہ زلیست میرے دِل پر
سُنبل سے ترے بال جھنڈولے اصغرؑ

۱۱۵

بانو کو قلق اکبؑر ذیجاہ کے تھے
شعلے دلِ سوزاں سے بلند آہ کے تھے
گر پوچھتا تھا کوئی کہ رسن کیا ہوگا
کہتی تھیں مّیں بھیگتیں وِن بیاہ کے تھے

۱۱۶

جس دم ہُوا اقربا کو فرمانِ امام
پڑھ پڑھ کے نمازیں ہُوئے قربانِ امام
ہر روز ہیں رکعتیں نمازوں کی گواہ
مارے گئے سترہ عزیزانِ امام

۱۱۷

سجّادؑ بہ زورِ تپ نقاہت میں رہا
جُز رنج کوئی پاس نہ آفت میں رہا
زنجیر کو لغزش تھی ہر اک گام، مگر
ثابت قدم آبلہ رفاقت میں رہا

تصویر

۱۱۸

ہَے گرم زمین ، پاؤں جلے جاتے ہَیں
رُخسار پہ آنسُو بھی ڈھلے جاتے ہَیں
اِس دُھوپ میں پہنے ہُوئے بیڑی عابدؑ
تلواروں کے سائے چلے جاتے ہَیں

۱۱۹

عابدؑ نے سِوائے خاکِ بِستر نہ رکھا
تپ میں سر بالینِ شفا سر نہ رکھا
زِندان میں نبض ہتکڑی نے دیکھی
جُز داغ کِسی نے ہاتھ دِل پر نہ رکھا

تصویر

۱۲۰

کُوفے کو چلے تو چشمِ عابدؑ نم تھی
حلقے میں لیۓ ہوُئے سپاہِ غم تھی
زنجیر کمر میں اور قدم میں چھالے
گردن میں تھا طوق اور گردن خم تھی

۱۲۱

درپیش قلق برہنہ پائی کا ہے
سر نیزے پہ شاہِ کربلائی کا ہے
سب رنج ہیں عابدؑ کو مگر کاہش جاں
صدمہ زینبؑ کی بے ردائی کا ہے

۱۲۲

عابدؑ کہتے تھے آسرے ٹوٹ گئے
باغِ چمنِ فاطمہؑ سب لُوٹ گئے
خواب و خورش و تاب و تواں، صبر و قرار
سب ہم سے چھُٹے جب سے پدر چھُوٹ گئے

۱۲۳

بارہؑ تھے اسیر ایک رسّی میں تمام
اور جاتے تھے پیش پیش عابد ناکام
ہم رُتبہ تسبیح نہ ہو کیوں وُہ رسَن
جس کا امام ہو دو عالم کا امام

۱۲۴

جو مر گئے دُنیا میں وُہ سب دفن ہُوئے
اِلّا نہ حسینؑ تشنہ لب دفن ہُوئے
عاشور سے چہلم کا تفاوت دیکھو
کب قتل ہُوئے حسینؑ کب دفن ہُوئے

۱۲۵

جب سے کہ فلک پہ صُبح صادق نِکلی
کب ہند سے آفاق میں صادق نِکلی
نِکلا سپہ شام میں حُرؑ مومنِ پاک
یہ شام میں پنجتن کی عاشق نِکلی

۱۲۶

زہرا کی وِلا میں ہند صادق نِکلی
یہ شام میں مثلِ صُبح صادق نِکلی
لکھا ہے کہ سر ننگے محل سے اپنے
بہر حرم مُخبر صادق نِکلی

۱۲۷

دعوائے وِلا میں ہند صادق نکلی
کب معتقد مُخبرِ صادق نکلی
زِنداں میں جو شب کو آئی تھی شام میں غُل
کاذب کے محل سے صُبح صادق نکلی

۱۲۸

شاہد ہے وفا پہ داستانِ شیریں
شیریں نے فدا کی شہ پہ جانِ شیریں
شبّیرؑ کے ہے وعدۂ صادق کا بیاں
گویا مرے مُنہ میں ہے۔ زبانِ شیریں

۱۲۹

بُلبل یہ زمانہ ایک گُل کا نہ ہُوا
محکوم آئمہ و رسل کا نہ ہُوا
بندوں کو عبث خیال یکتائی ہے
اللہ پہ اتفاق کُل کا نہ ہُوا

۱۳۰

جو علم معانی و بیاں کو سمجھے
البتہ دبیر کی زبان کو سمجھے
کیا دادِ بلندی سخن اُس سے بھلا
یکساں جو زمین و آسماں کو سمجھے

۱۳۱

کب غیر کے مضمون پہ خیال اپنا ہے
الہامِ خدا شریکِ حال اپنا ہے
اِک یہ بھی ہے اعجاز آئمہ کا دبیر
دُنیا میں سخن سحر حلال اپنا ہے

۱۳۲

شیریں سُخنی ہمیشہ کام اپنا ہے
حق کہنے سے ہاں تلخ کلام اپنا ہے
گو مرثیہ خوب نظم کرتے ہیں دبیر
پَر کبر و غرور کو سلام اپنا ہے

۱۳۳

ہے سُست کو چُست پر کلام اپنا ہے
لاریب خطا پوش امام اپنا ہے
جو بند کے بند قطع کر لیتے ہیں
اُن مرثیہ گویوں کو سلام اپنا ہے

۱۳۴

افسوس مری قدر نہ جاہل سمجھے
سمجھایا تو نُقطۂ مُقابل سمجھے
معنی ہیں۔ یہی نزاع لفظی کے دبیرؔ
خاموش جو ہم ہُوئے تو قائل سمجھے

۱۳۵

کس خوابِ تغافل میں یہاں سوتا ہے
کیوں مُفت متاعِ زندگی کھوتا ہے
تو حق سے لگا کہ صُبحِ پیری آئی
ہُشیار چراغ عُمر گُل ہوتا ہے

صحبت احباب

(۱۳۶)

ہم چشم بہت کم آشنا ہوتے ہیں
کب مردمِ دیدہ ایک جا ہوتے ہیں
یہ مجمعِ احباب غنیمت ہے دبیرؔ
اِک بات میں دونوں کب جُدا ہوتے ہیں

عصائے پیری

(۱۳۷)

پیری سے جو دالِ قد میں خم اَور ہُوا
دَم تیز رَوِ مُلکِ عدم اَور ہُوا
سمجھو نہ عَصَا سوئے عدم جانے کو
دو پانوں تو تھے ایک قدم اَور ہُوا

فوائدِ سفر

(۱۳۸)

پُہنچا جو کمال کو وطن سے نِکلا
قطرہ جو گہر بنا عدن سے نِکلا
تکمیل کمال کی غریبی ہے دلیل
پُختہ جو ثمر ہُوا چمن سے نِکلا

۱۳۹

پیشِ اُمرا طالبِ زر جُھکتے ہیں
سجدے کی طرح مُجرے کو سر جُھکتے ہیں
سنجیدہ ہیں یہ لوگ ترازو کی طرح
ہے مال سوا جدھر اُدھر جُھکتے ہیں

۱۴۰

ناداں کہوں دِل کو کہ خرد مند کہوں
یا سلسلۂ وضع کا پابند کہوں
اِک روز خدا کو مُنہ دکھانا ہے دبیرؔ
بندوں کو مَیں کِس مُنہ سے خداوند کہوں

۱۴۱

دُنیا زِنداں ہے جائے آرام نہیں
گہوارہ بجز گردشِ ایّام نہیں
آنکھوں میں سپیدی و سیاہی کی طرح
جھپکی جو پلک صبح نہیں شام نہیں

(۱۴۲)

ہاں بُلبُلِ سدرہ شورِ تحسین ہو جائے
وہ نظم پڑھوں کہ بزم رنگین ہو جائے
پھل نقطے ہوں پھول حرف طوبیٰ مصرع
فردوسی اگر آئے تو گلچیں ہو جائے

(۱۴۳)

شہرہ جو مرے کلام کا ہر سُو ہے
یہ باعثِ رشکِ حاسدِ بدخُو ہے
یہ جوہر ذاتی ہے چھپاؤں کیونکر
خورشید میں روشنی ہے گُل میں بُو ہے

(۱۴۴)

صد حیف کہ پہلے سے نہ ہُشیار ہُوئے
آرام لحد کے نہ طلبگار ہُوئے
ہنگامِ اجل آنکھ کھلی غفلت سے
جب سونے کا وقت آیا تو بیدار ہُوئے

۱۴۵

کِس خواب میں زِندگی بسر کرتا ہے
کِس فکر میں شام کو سحر کرتا ہے
طالع ہُوئی صُبح بج گیا کوسِ رحیل
بیدار ہو قافلہ سفر کرتا ہے

۱۴۶

اندھیرے خیبر میں رہا کرتے ہیں
برباد نکوئی کی جزا کرتے ہیں
غیروں کو مثالِ روشنی فائدہ ہے
مانند چراغ خود جَلا کرتے ہیں

فُرقتِ احباب

۱۴۷

بے دوست کے ہے زیست ندامت یہ ہے
مرجائیں تو حسرت کی علامت یہ ہے
موقوف ہے دید رفتگاں محشر پر
محشر میں ہے دیر کیا قیامت ہے

۱۵۴

ہر سر کا عجب یاں سر و ساماں دیکھا
اقبال اُور اُدبار کو یکساں دیکھا
دُنیا کے خیال میں جو کیں آنکھیں بند
ہم نے تو فقط خواب پریشان دیکھا

۱۵۵

یارانِ گزشتہ کی خبر خاک نہیں
ایسے ہی گئے کہ اب اثر خاک نہیں
چُن چُن کے گیا خاک ہُنر مندوں کو
اے چرخ! تجھے قدر ہُنر خاک نہیں

۱۵۶

دُنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا
کِس کِس کا نہ یاں ہم نے زمانہ دیکھا
برسوں رہا جن کے سر پہ چتر زرّیں
تُربت پہ نہ اُن کی شامیانہ دیکھا

۱۵۷

یہ عیش و نشاط و کامرانی کب تک
گر یہ بھی سہی تو نوجوانی کب تک
گر یہ بھی سہی، قرار دولت ہے محال
گر یہ بھی سہی۔ تو زندگانی کب تک

۱۵۸

طُوفان ہے ہوس، غرق بنی آدم ہیں
ہر دل ہے سرا مقیم عیش و غم ہیں
کاسہ ہے اجل، خلق خُدا پینے کو
دروازہ ہے قبر جانے والے ہم ہیں

۱۵۹

کوشش سے موافق ہو زمانہ معلُوم
قِسمت سے زیادہ چین پانا معلُوم
مانند مژہ کھڑے رہو پیش نگاہ
اِس قُرب پر آنکھوں میں سمانا معلُوم

۱۶۶

وُہ دِل نہ رہا دبیرؔ وُہ ہم نہ رہے
اسبابِ حواس بھی فراہم نہ رہے
کب زادِ راہِ عدم کا آیا ہے خیال
جب کیسۂ زندگی میں درہم نہ رہے

۱۶۷

اب نامِ خُدا زبان پہ جاری کر
غافل دمِ امتحان تو ہشیاری کر
بالوں کی سیاہی پہ سفیدی آئی
لے صُبح ہوئی کوُچ کی تیّاری کر

۱۶۸

مَر کر بھی نہ چَین زیرِ افلاک مِلا
اِک تارِ کفن نہ گرد سے پاک مِلا
اے خانہ خراب قبر تری خاطر
کھویا بھی جو نقدِ جاں تو خاک مِلا

۱۶۹

اِک دِن پیوندِ خاک ہونا ہوگا
تنہا تنہا لحد میں سونا ہوگا
اِس قبر کے پردے کا کھُلا حال دبیرؔ
جو اوڑھنا ہوگا وُہ بچھونا ہوگا

۱۷۰

مغروروں کا خاک گرد فرچشم میں ہے
اعزاز فروتنوں کا ہر چشم میں ہے
رُتبہ روشن ہے خاکساری کا دبیرؔ
سُرمہ جو ہُوا سنگ تو گھر چشم میں ہے

۱۷۱

خالص زرِ ایماں کو جو ہونا ہوگا
تو خاکِ درِ علیؓ بچھونا ہوگا
گر خوابِ اَجل نجف میں آئیگا دبیرؔ
اکسیر مرے حق میں وُہ سونا ہوگا

۱۷۸

جو زر سے ہے بیزار ابوذر وُہ ہے
دِل جس کا ہے قابو میں دِلاور وُہ ہے
اللہ کو ناپسند ہے خود بینی
توڑے جو یہ آئینہ سکندر وُہ ہے

۱۷۹

جو نفس کشی کرے وہی غازی ہے
یہ بازیِ طفلاں نہیں جانبازی ہے
ہوتا ہے خدا رکوع و سجدہ میں قریں
جھکنے کی بدولت یہ سرافرازی ہے

تواضع

۱۸۰

کم مایہ سُبک پیش جہاں ہوتا ہے
میزاں سے بدیہی یہ عیاں ہوتا ہے
خوردوں سے تواضع ہے بزرگی کی دلیل
جھکتا ہے وُہ پلّہ جو گراں ہوتا ہے

۱۸۱

جو قصر کرے حرص کو قیصر وُہ ہے
تکیہ ہے جسے حق پہ تونگر وُہ ہے
آئینہ سکندر نے بنایا تو کیا
دِل جس کا ہے۔ آئینہ سکندر وُہ ہے

۱۸۲

اے تن! تو فروتنی و مسکینی کر
اے دِل چمن عِلم کی گلچینی کر
گر مدِ نظر ہے چشمِ مردم میں جگہ
پُتلی کی طرح سے ترک خود بینی کر

۱۸۳

گنجینۂ حُبِ شاہ دیں ہے دِل میں
گرو اُس کے ولائے مومنین ہے دِل میں
حاسد کو ہے پیچ و تاب کیوں مَوج کی شکل
یاں مثلِ حُباب کچھ نہیں ہے دِل میں

۱۸۴

بالائے زمیں زندوں کی تعمیریں ہیں
مُردوں کی بزیر خاک جاگیریں ہیں
عبرت کے مرقع کا ہے اک صفحہ زمیں
دونوں طرف اِس ورق کے تصویریں ہیں

۱۸۵

سیّارے سے چشم مہر نادانی ہے
اِس دَور میں دِل بھی دُشمن جانی ہے
مُشکل ہے۔ کہ ہاتھ آئے عنانِ آرام
شبدیز فلک ستارہ پیشانی ہے

۱۸۶ خاکساری

بندوں پہ کرم حضرت باری کا ہے
مقدور کسے شُکر گزاری کا ہے
دی ہے جو خدانے سرفرازی مجھکو
ثمرہ یہ نہال خاکساری کا ہے

ختم شد

شاعر ؟ (۸۷) مندرجہ ذیل رباعیوں کے شاعر کا نام نہیں معلوم

ہر ذرّہ اِک آفتاب ہو جائے گا
پتّھر کا جگر بھی آب ہو جائے گا
ہم نامِ حسینؑ لیکے اُٹھیں تو ابھی
آفاق میں انقلاب ہو جائے گا

خوشبوئے بہاراں کو چمن سے پوچھو
عقبیٰ کے رُموز اہلِ سخن سے پوچھو
دونوں یہ کہیں گے اصلِ ایماں ہے امن
شبیرؑ سے پوچھو کہ حسنؑ سے پوچھو

تعظیم کو چشم و دل بہم اُٹھتے ہیں
یوں اہلِ وفا جہاں سے کم اُٹھتے ہیں
ٹھنڈا ہوا جب سے اک نشان دریا پر
لاکھوں اس نام کے علم اُٹھتے ہیں

ہمنورِ شجاعِ ازلی ہیں عبّاسؑ
بیّن ہے بیان نصِّ جلی ہیں عبّاسؑ
تاریخ میں کربلا کو دیکھو سمجھو
شبیرؑ محمدؐ ہیں علیؑ ہیں عبّاسؑ

چمن میں جانِ بہاراں ہے وہ کلی آئی
سلام کرتی ہوئی صبحِ زندگی آئی
محمدؐ عربی خندہ رو علیؑ ہیں نہال
حسنؑ ہے خانۂ زہراؑ میں روشنی آئی

رہبر ہر گام تھا حوصلہ زیادہ تیرا
تلوار کی دھار تھی کہ جادہ تیرا
اس پر وہ قدم جما جما کر رکھنا
اللہ رے شبیرؑ ارادہ تیرا

اِسلام سے منسلک تو رہنا ہی پڑا
حق کا بھرپور روا رہنا ہی پڑا
اعلان یہ فتح کا ہے اللہ اللہ
دشمن کو بھی یا حسینؑ کہنا ہی پڑا

اِسلام کی تابندہ شرافت ہے، ابھی
اِیمان کی پاکیزہ محبّت ہے، ابھی
صد شکر کہ ہم مسلکِ شبیرؑ پہ ہیں
دشمن سے مساوات کی ہمّت ہے ابھی

اعمال کی پاداش بھریں گے اِک دن
بے موت مرے ہیں مریں گے اِک دن
جنکو ہے کسی وجودِ غائب میں شک
اللہ کا انکار کریں گے اِک دن

قطعات

یہ گیسوئے ایماں کو سنوارا کس نے
یہ پھیر دیا وقت کا دھارا کس نے
اسلام کی نبض ڈوبتی جاتی تھی
یہ اپنا لہو دے کے اُبھارا کس نے

اِک شمع دل و جاں میں جلاؤ تو سہی
ایوانِ حیات یوں سجاؤ تو سہی
تاریکیٔ زندگی کا رونا کب تک
شبیرؑ کے غم سے لو لگاؤ تو سہی

پیمانۂ جاں میں زہر بھرنے کیلئے
یا جادۂ تیغ سے گذرنے کے لیئے
سقراط کی عقل ہو تو حُرؑ کا دل ہو
یوں سوچ سمجھ کے حق پر مرنے کیلئے

انسان بس اِک نام ہے اور کچھ بھی نہیں
مقصود فقط کام ہے اور کچھ بھی نہیں
پیمانۂ حُرؑ پہ زندگی تول کے دیکھ
انجام ہی انجام ہے اور کچھ بھی نہیں

طالبِ دعا
سید نذر عباس ۲۸/۵/ ۲۰۰۳